قاتل کی تلاش

نجم فاروق ساحلی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

قاتل کی تلاش

نجم فاروق ساحلی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں تین سال بعد برطانیہ اور دوسرے مغربی ممالک کی سیر کے بعد لاہور واپس آیا تو ایک المناک خبر نے میرا استقبال کیا، میری آنکھوں میں آنسو لرزنے لگے، بچپن کے وہ سارے پر شفقت منظر میری نگاہوں کے سامنے گردش کرنے لگے جن میں میرے بڑے بھائی شیر علی نے مجھ پر محبت اور الفت نچھاور کی تھی۔ ایک مرتبہ چوتھی کلاس کے زمانے میں آدھی چھٹی کے وقت میری ایک ذرا بڑے لڑکے سے لڑائی ہوئی اور میرے منہ سے خون کی دھار بہہ نکلی تھی جسے دیکھ کر بھائی شیر علی جو ساتویں کلاس میں پڑھتا تھا کیسا بے چین ہوا تھا اور غضب کے عالم میں اس لڑکے کو بری طرح پیٹ کر رکھ دیا تھا۔

اور آج اس کا لہو مجھے پکار رہا تھا۔ کسی نے اپنے گندے ہاتھ میرے بھائی کے خون سے آلودہ کیے تھے لیکن اسے خودکشی کا رنگ دے دیا گیا تھا۔ بدقسمتی سے میری بااثر فیملی بھی اس پر پورا یقین رکھتی تھی۔ مجھے ان کے رویئے اور بے حسی پر افسوس اور ملال تھا۔ میں اس وقت شیر علی کے گھر میں رہائش پزیر تھا اور اپنے گھر کے گرد آلود تالے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔

میں اپنی گاڑی پارکنگ ییں کھڑی کر کے تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا مون مارکیٹ کے بالمقابل مکڈونلڈ برگر کی عمارت کے ساتھ حال ہی میں تعمیر ہونے والے امراء کے خوب صورت گولڈن کلب کی طرف بڑھنے لگا۔ جہاں معمولی آدمی داخلے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ایک تو کلب کا ریسٹورنٹ بہت مہنگا تھا پھر منیجر سے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

ممبر شپ لیے بغیر کلب میں گھومنا پھرنا ممکن نہ تھا۔ میں نے صدر دروازے کے محافظوں کو ممبر شپ کارڈ دکھایا تلاشی دی اور پھر اندر داخل ہو گیا۔

اس کلب کو عیش و عشرت کے لوازمات سے مزین کیا گیا تھا۔ میں جب شام کے آٹھ بجے اندر داخل ہوا تو کلب کی رونق اپنے عروج پر تھی۔ ڈانسنگ فلور پر رنگین روشنیوں میں مختلف رومانوی جوڑے ناچ رہے تھے۔ شراب سختی کے باوجود اس کلب کی میزوں پر پانی کی طرح سرو کی جا رہی تھی۔ سبز، سرخ اور زرد رنگوں کے پیمانے بڑے خوشنما دکھائی دے رہے تھے۔ ڈائننگ ہال کی سجاوٹ اور خوب صورتی سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے میں کسی سونے کے گھر میں داخل ہو چکا ہوں۔ سنہری دیواریں ،سنہری میز کرسیاں،ڈنسنگ فلور کا گھومتا ہوا سنہرا فرش بڑا پرکشش دکھائی دے رہا تھا۔

میں بیرے کی رہنمائی میں ایک خالی میز پر آ کر بیٹھ گیا۔ چند نشستوں کے علاوہ باقی تمام میزوں پر حسن و شباب کی پریاں اور بھونرے دکھائی دے رہے تھے۔ نئے نئے فیشن کے لباس نئی نئی طرز کی داڑھیاں رکھے نوجوان اچھے خاصے مضحکہ خیز معلوم ہو رہے تھے لیکن ان کے لیے یہ فیشن تھا جو سنجیدہ طبقے کی نگاہ میں بے ہودگی معلوم ہوتی تھی۔ یہ نئے پرانے تقاضوں کا چکر بھی عجیب ہے۔

میں نے میز پر بیٹھ کر مینو کا جائزہ لیا اور انار کے جوس کا آرڈر دے دیا۔ بیرے نے مجھے بڑی حیرت بھری نظروں سے دیکھا اور پھر تعمیل کے لیے چلا گیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس وقت اچانک نظریں چار ہوئیں اور اس علاقے کے ایم این اے جلال چوہدری کی بیوی اور میری بہن فوزیہ شیر جلال مجھے دیکھ کر چونک پڑیں اور سب کو متوجہ کرنے لگیں کہ نادر شیر علی سامنے آ کر بیٹھ چکا ہے۔ آئی جی پولیس ' ایڈووکیٹ وقار علی اور محکمہ خفیہ کا انسپکٹر کامران' رانا شوکت لاشاری بھی مجھے معنی خیز نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

میری بہن نے فوراً ایک بیرے کو میری طرف دوڑایا۔ میرے والد اس ملک کے ایک اہم سیاستدان تھے اور صاحب جائیداد بھی تھے۔ اپنی وفات سے قبل وہ فوزیہ کی شادی جلال چوہدری سے کر چکے تھے جو خود بھی سیاستدان بن چکا تھا اور میرے والد کے مریدوں میں سے تھا۔ اس وقت یہ سب لوگ جو سامنے موجود تھے برسر اقتدار پارٹی سے تعلق رکھتے تھے۔ پورے شہر پر میرے بہنوئی کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا اثر رسوخ اپنے عروج پر تھا۔ رانا شوکت علی اس کے اشاروں پر ناچتا تھا۔ ایڈووکیٹ وقار علی بڑے وقار سے ان کے خلاف ہونے والے کیسوں کی دھجیاں اڑا دیا کرتا تھا۔ انسپکٹر کامران کی کارروائیاں بھی دیدہ دلیری سے جاری تھیں۔ اتنی قوت کے باوجود بھی سب آنکھیں بند کیے ہوئے تھے۔ اب تو مجھے پورا شبہ ہو چکا تھا کہ شیر علی کی موت ضرور ان کی ملی بھگت کا نتیجہ ہے۔ بیرا قریب آ کر مؤدب لہجے میں مخاطب ہوا۔

''صاحب آپ کو بڑی میم صاحبہ بلا رہی ہیں۔'' میں نے کن انکھیوں سے اپنی بہن کی طرف دیکھا وہ پراشتیاق نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ ''میم صاحبہ سے کہہ دو' میں ان سے ملنا نہیں چاہتا' جب تک شیر علی کے قاتل پکڑے نہ جائیں۔'' بیرا کچھ نہ بولا اور الٹے پاؤں واپس چلا گیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

میری بہن کچھ ناراضگی اور غصے کے عالم میں اپنی میز سے اٹھی اور تیر کی طرح میری طرف آئی۔ پھر میرے سامنے آکر اپنی بڑی بڑی سرخ آنکھوں سے مجھے گھورنے لگی۔ اس کے ہاتھ کولہوں پر تھے یہ وہی انداز تھا جس سے وہ مجھے بچپن میں گھورا کرتی تھی تو میں ادب سے سر جھکا لیتا تھا' اب بھی بے اختیار میرا سر جھک سا گیا۔

''ناصر' اتنی بے رخی اچھی نہیں۔ ہم تمہارے اپنے ہیں' تم جب سے واپس لوٹے ہو ایک مرتبہ بھی اپنے بہنوئی سے نہیں ملے وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں اٹھو فوراً۔''

''میں جاننا چاہتا ہوں کہ تمام وسائل کے باوجود کیوں شیر علی کے قتل کو خودکشی قرار دیا جا رہا ہے؟''

''وہ واقعی خودکشی کر چکا ہے قتل کا کوئی سراغ نہیں ملا' ناصر میرے بھائی تم خواہ مخواہ کی ضد میں کیوں پڑ گئے ہو۔''

''باجی خواہ مخواہ کی ضد نہیں' میں جہاں بھی جاتا تھا بھائی مجھے فون پر اور میرے خط کے جواب میں یہاں کے حالات سے باخبر کرتا رہتا تھا' اس نے موبائل پر آخری گفتگو میں مجھے مطلع کیا تھا کہ اس نے سیاسی طور پر خرد برد ہونے والے ترقیاتی فنڈ اور دوسری کئی بدعنوانیوں کا سراغ لگا لیا ہے جس میں کئی افسوس ناک رشتے بھی ملوث معلوم ہوتے ہیں۔ تم واپس آجاؤ پھر ہم مل کر انکشاف کریں گے اور...'' میں نے دردناک لہجے میں جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''چلو اٹھو اور یہ فضول باتیں کسی اور وقت پر اٹھا رکھو جو بے بنیاد ہیں۔ ہو سکتا ہے شیر علی کو کوئی غلط فہمی ہو گئی ہو ورنہ تمہارے بہنوئی تو بڑے اچھے طریقے سے سارے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

فوزیہ نے مجھے بازو سے پکڑ کر کھینچا میں مجبوراً اس کے ساتھ چل پڑا۔ میں بادل نخواستہ اپنے بہنوئی اور اس کی مشینری کے سامنے بیٹھ گیا۔

''آخر تم مجھ سے کنی کیوں کترا رہے ہو؟'' جلال خان نے میرے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ میں نے آنکھیں اٹھائیں اور سختی سے اس کے چہرے پر گاڑ دیں۔ ''مجھے عیار اور بددیانت لوگ پسند نہیں۔'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔

''کیا مطلب؟'' میرا بہنوئی بھنا کر بولا۔ ''ناصر تمہیں اپنے بہنوئی سے ادب کے ساتھ گفتگو کرنا چاہیے کیا تمہیں اپنی بہن کی عزت کی بھی کوئی پروا نہیں۔'' فوزیہ نے احتجاجی لہجے میں کہا۔

''میرے بہنوئی کی قوت کی بنیادیں استحصال پر استوار ہیں۔'' میں نے جلے ہوئے لہجے میں کہا۔

''جو بھی بات ہے کھل کر کرو' تمہیں ضرور مخالف پارٹی کے کسی اخبار نویس نے بھڑکایا ہے ایسے لوگ اس شہر میں موجود ہیں جو من گھڑت باتیں' الزامات میرے متعلق پھیلاتے رہتے ہیں۔'' میرے بہنوئی نے ناصحانہ لہجے میں کہا۔

''میں اپنے بھائی کے قتل کی شفاف تحقیق چاہتا ہوں لیکن میرے اپنے ہی ایسا نہیں چاہتے۔'' میں نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''شیر علی نے خودکشی کی ہے۔'' میرے بہنوئی نے میز پر مکا جمایا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

''اس کی دلیل کیا ہے؟'' میں نے سوال کیا۔

''دلیل ابھی تمہارے سامنے آجائے گی۔''شیر علی نے نادیہ علی کی بے وفائی کے سبب سر میں گولی مار کر خودکشی کرلی۔ یہ واقعہ رات کے وقت پیش آیا اس کے گھر کسی کو جاتے یا نکلتے نہیں دیکھا گیا۔ کوئی گواہ ایسا نہیں جو یہ بتائے کہ اس نے کسی کو اس کی رہائش گاہ سے بھاگتے یا نکلتے دیکھا ہو۔ اعشاریہ اڑتیس بور کے اس کے ریوالور پر اس کی انگلیوں کے نشانات موجود ہیں۔''

میرے بہنوئی نے اپنے سیاسی انداز میں واقعہ پر روشنی ڈالی اور میں نے غور سے آئی جی پولیس اور انسپکٹر کامران کی طرف دیکھا وہ بھی اثبات میں سر ہلا رہے تھے گویا سب لوگ آپس میں ملے ہوئے تھے۔ اور بدعنوانیوں میں ملوث تھے۔

...☆☆☆...

''نادیہ علی سے تو تم مل ہی چکے ہو کیا اس نے تمہیں کچھ بتایا۔'' فوزیہ نے اچانک استفسار کیا۔

''نہیں ،ابھی تو کچھ نہیں بتایا وہ بھی گول مول باتیں کر رہی ہے۔ دال میں ضرور کچھ کالا ہے۔

''آخر تم گڑے مردے کیوں اکھاڑنا چاہتے ہو اس سے ہمارا بھائی زندہ تو نہیں ہو جائے گا ناصر۔'' میری بہن نے جھنجلا کر کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

''لیکن اس کے قاتل ضرور دفن ہو جائیں گے۔'' میں نے اب کی بار میز پر مکا جمایا جس سے جام چھلک اٹھے۔

''خواہ مخواہ طیش میں نہ آؤ ناصر تمہیں اندازہ نہیں کہ مشکل وقت میں ہمیشہ اپنے ہی کام آتے ہیں گھڑی بھر کی آشنائی دم نہیں بھرتی رتی بھر کا ناتا ہی کام آتا ہے۔''

''ضرور، ضرور' ایسا ہوتا ہے' اگر خونی رشتے خون آلود نہ ہوں۔''

''ناصر!'' فوزیہ زور سے چیخی۔ ''تم حد سے آگے بڑھ رہے ہو آج کل کے اخبار نویس بھی کالے ناگ ہیں الٹا سیدھا چھاپتے رہتے ہیں اگر کارروائی کی جائے تو مظلوم بن جاتے ہیں کہ مخالف پارٹی نے انتقامی حملہ کیا ہے۔'' فوزیہ مٹھیاں دباتے ہوئے بولی۔

''برخوردار ناصر! میں نے خود اس معاملے کو ہاتھ میں لے کر تحقیق کی تھی اور قتل کے کوئی شواہد یا سراغ نہیں ملا تھا ورنہ۔'' انسپکٹر کامران نے اپنے مخصوص مستحکم لہجے میں کہا۔

''اگر قانون کے ہاتھ باندھ دیئے جائیں تو وہ قاتل کا گریبان کیا خاک پکڑیں گے۔'' میں اپنی ضد پر قائم تھا۔

انسپکٹر کامران کچھ بولا نہیں لیکن خون کے گھونٹ بھر کر رہ گیا۔

''ناصر صاحب آپ خود تفتیش کر لیں لیکن نتیجہ یہی نکلے گا۔'' اب کی بار آئی جی پولیس نے ٹھوس لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسی وقت ڈانسنگ فلور روشنیوں سے جگمگا اٹھا سب اس کی طرف دیکھنے لگے۔ میوزک بجنا شروع ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی کلب ڈانسر نادیہ علی جس سے میرے بھائی شیر علی کو محبت تھی اپنا والہانہ رقص پیش کرنے لگی اس کا نیم عریاں جسم بڑا ہیجان انگیز تھا جلتی بجھتی روشنیوں میں اس کی ادائیں اور جسمانی نشیب فراز بڑے دلفریب تھے۔ کچھ لڑکوں کے تو منہ ہی کھل گئے۔ کچھ ہونٹوں پر دبی دبی آہیں مچلنے لگیں۔ وہ مجسم شراب کا جام تھی۔ جو آنکھوں کے راستے روح میں اتر کر اپنا سرور بخش رہا تھا۔ اس کی نیلی آنکھیں اس کے سنہری بال لوگوں کے دل کھینچ رہے تھے۔ میں بھی کچھ دیر تک کھو کر رہ گیا لیکن پھر میرا وجود انتقام کے لاوے سے کھولنے لگا۔

ہر فرد جو شیر علی سے وابستہ رہ چکا تھا اسے اس طرح بھول چکا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ ڈانس کرتے کرتے نادیہ علی اسٹیج سے اتر کر میزوں کے درمیان سے گزرنے لگی ، لوگ لہک لہک کر اور لپک لپک کر اس کے جلوئوں کو دیکھنے لگے۔ نادیہ علی میرے پاس آ کر رکی اور ادائے محبوبانہ سے میرا ہاتھ تھام لیا لیکن میں نے اٹھنے سے انکار کر دیا۔ میں رقص کے موڈ میں نہیں تھا۔ میرے چہرے اور شیر علی کے چہرے مہرے اور وجود میں مردانہ وجاہت کی مطابقت تھی اس لیے نادیہ فوراً میری طرف مائل ہو گئی تھی۔

نادیہ علی کا رقص ختم ہوا تو میں میز سے اٹھ کھڑا ہوا۔

اس وقت میری بہن فوزیہ مجھ سے مخاطب ہوئی جو خود بھی کافی تیز سیاسی رجحان اور سوجھ بوجھ رکھتی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

”ناصر! اس شہر میں زندگی اب بہت سستی ہو چکی ہے اپنا خیال رکھنا۔ قانون ہر شخص کے پیچھے تو نہیں لگا رہتا۔“

”میں ضرور اپنا خیال رکھوں گا تاکہ ...“ میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور اٹھ کر تیز تیز قدموں سے خارجی راستے کی طرف بڑھنے لگا۔

میں روڈ کراس کر کے میں المشہور قادر برگر پوائنٹ پر آ کر ایک میز پر بیٹھا اور بیرے کو برگر کا آرڈر دے دیا۔ بیرا برگر اور کوک لے آیا۔ میں نے نادیہ کو دو مس کالیں دیں پھر اس کی کال نہ آنے پر خود اس سے رابطہ قائم کیا۔

”بس تھوڑی دیر میں باہر آ رہی ہوں تم میری گاڑی کے پاس ہی آ جائو۔“ نادیہ کی مترنم آواز سنائی دی۔

”ٹھیک ہے باہر آ جائو‘ تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا ابھی باقی ہے۔“ میں نے بے تابی کا اظہار کیا۔

جلد از جلد برگر اور بوتل سے فارغ ہو کر میں نے بل پلیٹ میں ہی رکھا اور تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا مارکیٹ سے ملحقہ پارکنگ پر چلا آیا جو نیشنل بینک کے سامنے واقع تھی۔

چند منٹ کے انتظار کے بعد ہی نادیہ اپنے دلکش سراپا کے ساتھ حسن کی بجلیاں گراتی اونچی ایڑھی کی کھٹ کھٹ کے ساتھ اپنی شاندار کرولا کی طرف آنے لگی۔ جس سے میں ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

''ہیلو مسٹر ناصر کیا حال ہے؟'' نادیہ نے پاس آ کے دروازے کے لاک میں چابی داخل کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''میں ٹھیک ہوں لیکن ماحول ٹھیک نہیں۔'' میں نے معنی خیز لہجے میں جواب دیا۔

''ماحول کو کیا ہوا ہے؟'' نادیہ نے چونک کر پوچھا۔

''ماحول میں انسانی رشتوں کی تڑپ گم ہو گئی ہے۔'' میں نے متفکر لہجے میں کہا۔

''اوہ... سمجھی ... تم ابھی تک اپنے بھائی کے غم میں مبتلا ہو۔'' وہ چونک کر بولی۔

''ہاں یہی غم مجھے کھائے جا رہا ہے کہ اس کے قاتل آزاد ہیں۔'' میں نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کیا تم اپنی گاڑی میں آئے ہو؟'' نادیہ نے استفسار کیا۔

''نہیں گاڑی آج صبح خراب ہو گئی تھی مکینک کو بلوایا ہے' وہ مرمت کر رہا ہے

شیر علی کی گاڑی میں بیٹھنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا اس لیے ٹیکسی میں کلب تک آیا ہوں۔''

''چلو بیٹھو گھر تک چلتے ہیں۔'' نادیہ نے مجھے فرنٹ سیٹ پر دھکیلا اور خود گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ والا دروازہ کھولنے لگی۔ کچھ ہی دیر میں نئی شاندار کرولا گاڑیوں کے سیلاب میں بہتی ہوئی جوہر ٹاؤن کی طرف سفر کرنے لگی۔ سڑکوں پر رونق اور آمد و رفت اب بڑھ گئی تھی۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کی بھی کافی تعداد دکھائی دے رہی تھی لیکن میں رومانوی موڈ میں نہیں تھا اس لیے سوچ میں ڈوب گیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

''میں ایک بار پھر سمجھاتی ہوں' خواہ مخواہ اپنے ذہن میں شک کے کانٹے بو کر اپنا سکون برباد نہ کرو۔'' نادیہ نے مجھے پر تفکر دیکھ کر ناصحانہ لہجے میں کہا۔ ''مجھے بھی شیر علی کی موت کا دکھ ہے لیکن اب ماتمی انداز اپنانے سے زندگی بالکل دوبھر ہو جائے گی۔ تمہارے اندر شیر علی والی ساری خوبیاں موجود ہیں ہم زندگی کو انجوائے کر سکتے ہیں لیکن تم خواہ مخواہ خودکشی کو قتل قرار دینے پر تلے ہوئے ہو۔'' نادیہ نے لیکچر دیا۔

''مجھے بتایا جا رہا ہے کہ اس نے تمہاری وجہ سے خودکشی کی تم اس کے ساتھ مخلص نہیں تھیں حالانکہ میں سمجھتا ہوں جیسا کہ اس نے مجھے اپنے آخری خط میں لکھا تھا کہ وہ اس شہر میں بدعنوانیاں کرنے والوں سے واقف ہو چکا ہے اور جلد ہی تمہارے آنے کے بعد انہیں اپنی بدعنوانیوں اور کرپشن کے سلسلے میں قانون کو جواب دینا پڑے گا۔ اس لیے اسے راستے سے ہٹا دیا گیا۔''

''لیکن پولیس اپنا اطمینان کر چکی ہے۔ یہ قتل کا نہیں خودکشی کا کیس ہی تھا۔'' نادیہ نے زور دے کر کہا۔

''شیر علی کو تمہاری محبت حاصل تھی تم دونوں شادی بھی کرنے والے تھے پھر اس نے خودکشی کیوں کی؟ وہ ایک امیر خاندان کا فرد تھا جسے دنیا کی ہر سہولت میسر تھی پھر اس نے ایسا کیوں کیا جواب دو۔''

''میں نہیں جانتی اس نے ایسا کیوں کیا؟ اس کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں نے اسے ہرگز دھوکا نہیں دیا۔''

''بس تو پھر یہ بات طے ہے کہ اسے ٹھکانے لگایا گیا۔'' میں نے ڈیش بورڈ پر مکا مارتے ہوئے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

''اتنا جذباتی پن اچھا نہیں زندگی کو انجوائے کرنا سیکھو' آخر تم مجھ سے اتنا دور کیوں رہتے ہو۔'' نادیہ نے میرے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''میں تمہیں اپنی بھابی سمجھتا ہوں۔''

''تمہارا بھائی زندہ ہوتا تو میں ضرور تمہاری بھابی ہوتی لیکن جب وہ شادی سے قبل مر گیا تو پھر تم مجھے بھابی کیوں سمجھتے ہو؟''

''میں تمہیں اپنے بھائی کی امانت ہی سمجھتا ہوں' کیا تمہیں اس سے محبت نہیں تھی؟''

''ہاں محبت تھی۔'' نادیہ نے اقرار کیا۔

''پھر تم اس کے متعلق کھل کے بات کرنے سے کیوں گریزاں ہو۔''

''اس طرح اسے دوبارہ زندگی تو نہیں مل جائے گی۔''

''لیکن اس طرح وہ حقائق تو سامنے آجائیں گے جنہوں نے شیر علی کو ہم سے چھین لیا۔''

وہ کچھ پریشان اور مضمحل سی دکھائی دینے لگی۔ خوف کی ایک لہر سی اس کے چہرے پر چھا گئی۔ اس وقت میں چونک کر بیک مرر میں دیکھنے لگا۔ انسپکٹر کامران تیزی سے گاڑیاں پیچھے چھوڑتا ہوا ہمارے تعاقب میں آرہا تھا۔ میں نے ہی نادیہ کو باخبر کیا اس نے رفتار بڑھا دی اور راستہ بھی بدل دیا۔ انسپکٹر کامران کی کار برابر ہمارے پیچھے آرہی تھی۔ میں نے فوزیہ سے فون پر رابطہ قائم کیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

''باجی! انسپکٹر کامران کیوں میرے پیچھے آرہا ہے؟''

''پیارے بھائی اس شہر میں ہمارے مخالف اور دشمن موجود ہیں۔ انسپکٹر کامران تمہاری حفاظت کے لیے تمہارے گرد موجود رہے گا۔''

''میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔'' میں نے جھلا کر جواب دیا۔

''لیکن ہمیں اس کی ضرورت ہے اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو ہماری کتنی بدنامی ہو گی۔'' فوزیہ نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

نادیہ نے اپنے گیراج میں گاڑی داخل کی۔ انسپکٹر کامران کی کار دور سڑک کے سرے پر ایک زیر تعمیر عمارت کے سائے میں رک چکی تھی۔

میں نادیہ کے اصرار پر اندر چلا آیا۔ اندر ڈائننگ ہال میں میرے بھائی اور نادیہ کی تصویر دیوار پر آویزاں تھی۔ میری آنکھوں میں نمی تیر گئی۔ سچ کو سلا دیا گیا تھا اور جھوٹ کے انگارے دہک رہے تھے۔ میں کافی پی کر جلد ہی باہر نکل آیا اور جوہر ٹاؤن کے ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف چلنے لگا جو یہاں سے نزدیک ہی تھا یہاں رات کے ہر پہر ٹیکسیاں اور رکشے موجود رہتے تھے۔ میں نے ایک ٹیکسی لی اور رائے ونڈ روڈ پر واقع ایک سرسبز و شاداب باغ میں گھری شیر علی کی کوٹھی کی طرف بڑھنے لگا۔ کوٹھی میں داخل ہو کر میں خواب گاہ میں چلا آیا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن خیالات کی یلغار نے مجھے سونے نہ دیا۔ میں کروٹیں بدلتا رہا یہاں تک کہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

کافی رات گزر گئی۔اچانک بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھے میرے موبائل کی بیل بجنے لگی۔میں نے چونک کر ہاتھ بڑھایااور کال اٹینڈ کرنے لگا۔دوسری طرف فوزیہ کی کچھ گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

''ناصر تم فوراً گھر سے نکلواور ہماری کوٹھی کی طرف چلے آئو' نادیہ کے متعلق کسی سے کوئی بات نہ کرنا۔بڑا غضب ہو گیا۔''

''آخر کیا ہو گیا میں بھی جانوں۔''

''بس تم چلے آئواور سوال مت کرو۔'' فوزیہ نے تحکمانہ لہجے میں حکم دیا۔

میں نے جلدی جلدی نائٹ ڈریس اتارااور پینٹ شرٹ پہن کر گیراج کی طرف لپکا کچھ ہی دیر بعد شیر علی کی کار تیزی سے جوہر ٹائون فیز ون کی ایک شاندار محل نما عمارت کی طرف دوڑ رہی تھی۔میری کار ابھی تک مکینک لے کر نہیں آیا تھا۔میرا ذہن مختلف اندیشوں اور وسوسوں سے سلگنے لگا۔جب میں گاڑی اپنے بہنوئی کی محل نما عمارت کے ڈرائیووے پر کھڑی کر کے بڑے ڈائننگ ہال میں پہنچا تو میرا بہنوئی بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔فوزیہ بھی کچھ پریشان دکھائی دے رہی تھی۔اور آئی جی پولیس رانا شوکت اور ایڈووکیٹ وقار علی بھی موجود تھے۔

''آخر ایسی کیا بات ہو گئی جو مجھے اتنی رات گئے بلوالیا گیا؟''میں نے فوزیہ سے تیز لہجے میں کہا۔فوزیہ نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

''رات نادیہ سے ملنے والے تم آخری آدمی تھے۔انسپکٹر کامران تمہارے پیچھے حفاظت کی غرض سے لگا ہوا تھا۔تم نادیہ کے ساتھ اس کی کوٹھی میں گئے پھر جلد ہی باہر نکل آئے' باہر انسپکٹر کامران موجود تھا اس نے کسی کو بھی اندر جاتے یا باہر نکلتے نہیں دیکھا صرف تم ہی وہاں گئے تھے۔''

''تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے؟'' میں نے سوالیہ لہجے میں پوچھا۔

''نادیہ علی کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے اور اس کی لاش ملازمہ نے تمہارے جانے کے کچھ دیر بعد دودھ کا گلاس لے کے جاتے وقت دریافت کی ہے۔''

''اوہ۔'' میرے ہونٹ نصف دائرے کی شکل میں سکڑ گئے۔

''تو اس کا مطلب ہے نادیہ ضرور شیر علی کے قتل کے متعلق کچھ نہ کچھ جانتی تھی اس لیے اسے موت کی نیند سلا دیا گیا۔''

''لیکن تمہاری بات پر یقین کون کرے گا۔حالات تمہارے خلاف شہادت دے رہے ہیں۔اگر ہم بیچ میں نہ آئیں تو پولیس تمہیں گرفتار کر لے گی اور تمہارا بچنا بہت مشکل ہو جائے گا۔'' اب کی بار میرے بہنوئی نے تیز لہجے میں کہا۔

''لیکن ہمیں تم سے پدری ہمدردی ہے۔ہم تمہارے خیر خواہ ہیں۔تمہیں بچانے کا پورا انتظام کر لیا گیا ہے۔'' فوزیہ نے ڈرامائی لہجے میں کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

"لیکن میں نے اسے قتل نہیں کیا اس کے اصرار پر کافی پینے اندر چلا گیا تھا۔ میری گاڑی خراب تھی اس لیے میں باتیں کرتا اس کے ساتھ گھر تک چلا گیا تھا۔" میں نے ان سب کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"پولیس اور عدالت اس جواز کو تسلیم نہیں کرے گی۔" نادیہ کی والدہ کا وکیل عدالت میں کہہ سکتا ہے کہ تم نادیہ کو شیر علی کے قتل کا مجرم و سبب سمجھتے تھے اس لیے تم نے گفتگو میں مشتعل ہو کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تم اپنے خدشوں کا اظہار مختلف صحافیوں کے سامنے کر چکے ہو۔" اس مرتبہ ایڈووکیٹ نے گفتگو میں حصہ لیا۔

"گھبرائو نہیں۔" میرا بہنوئی میرے نزدیک چلا آیا۔ "تمہیں بچانے کا بندوبست کر لیا گیا ہے۔ تمہارا بیان یہ ہو گا کہ تم نادیہ کے ساتھ شام کے وقت کلب سے نکل کے گاڑی میں روانہ ہوئے نادیہ نے تمہیں کریم بلاک چیس (شطرنج) کلب میں اتار دیا۔ اس کے بعد وہ گھر چلی گئی۔ چیس کلب کے مالک پر ہمارے کافی احسانات ہیں وہاں تمہاری موجودگی کی شہادتیں مہیا کر دی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ انسپکٹر کامران بھی اپنی زبان بند رکھے گا وہ بھی تو ہمارا ماتحت ہی ہے۔ اسے بھی روپے اور مفاد کی ضرورت لاحق رہتی ہے۔" میرے بہنوئی نے میرے گرد گھومتے ہوئے کہا۔

میں اس وقت اپنے جسم میں کمزوری اور نقاہت محسوس کر رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اگر میں ان کی آفر قبول نہ کروں تو جیل میں بند کر دیا جائوں گا اور پھر شیر علی کا کیس بالکل دب جائے گا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

چنانچہ میں نے مجبوراً اثبات میں سر ہلا دیا کہ "میں آپ لوگوں کی بات ماننے پر مجبور ہوں لیکن جلد ہی حقائق سامنے آجائیں گے ان دونوں قتل کی وارداتوں کی پشت پر اس شہر کے برسر اقتدار لوگوں کی بدعنوانیاں ہیں۔"

"ان حماقت آمیز باتوں کو دفن کر دو ورنہ خود دفن ہو جائو گے۔" فوزیہ نے اپنی خشمگیں نگاہوں سے مجھے گھورا۔ میں نے بادل نخواستہ سر جھکا لیا۔

...☆☆☆...

انسپکٹر کامران نے جو خبر پریس کو دی وہ صرف اتنی تھی کہ نادیہ علی کو اس کے کسی ناکام عاشق نے اعشاریہ اڑتیس بور کے ریوالور سے گولی مار کر ہلاک کر دیا ہے۔ قاتل رات کے وقت اس کی کوٹھی میں چھپ کر اس کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔ جب وہ اپنے بیڈ روم میں داخل ہوئی تو وہ بیڈ روم کی کھڑکی سے لگا کھڑا تھا۔ اس نے نادیہ کے دل کے مقام پر دو گولیاں سائیلنسر لگے ریوالور سے ماریں اور عقبی دیوار پھلانگ کر غائب ہو گیا۔

...☆☆☆...

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

چونکہ مجھے نادیہ نے کریم بلاک میں واقع شطرنج سینٹر میں اتار دیا تھا اس لیے مون مارکیٹ پارکنگ کے سیکیورٹی گارڈ جس نے مجھے نادیہ کی گاڑی میں سوار ہوتے دیکھا تھا اور اس نے نادیہ کو سلام بھی کیا تھا۔ اس کا بیان بھی بے وقعت ہو کر رہ گیا تھا۔

میرے بہنوئی اور شاطر ذہن بہن نے مجھے بڑی صفائی سے قتل کے الزام سے بچا کر الگ کر دیا تھا۔ ارباب اقتدار لوگ بہر حال بہت کچھ بدلنے کی قوت اور قدرت رکھتے ہیں۔

...☆☆☆...

ہیں اپنے والد کے گلبرگ حفیظ سینٹر میں واقع امپورٹ ایکسپورٹ کے آفس میں چلا آیا۔ جہاں شیر علی ہی کنٹرول سنبھالتا تھا۔ یہاں روزا جو شیر علی کی سیکریٹری تھی جسے اب فوزیہ نے انچارج بنا دیا تھا مختلف فائلوں اور کاغذات کا جائزہ لے رہی تھی۔ روزا واقعی کھلے ہوئے گلاب کی مانند خوب صورت اور تروتازہ تھی لیکن میرا ذہن شیر علی کے قتل کی گتھی میں الجھا ہوا تھا۔

"میں کچھ تلاش کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔

ملازم اشارہ پا کر جوس لینے چلا گیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

"شوق سے ناصر صاحب آپ بھی مالک ہیں۔" روزا نے دلکش مسکراہٹ اچھالتے ہوئے کہا۔ اس کی آواز بھی پرکشش تھی اور جسمانی نشیب و فراز میں بڑی سیکس اپیل تھی۔ میں نے جوس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور سارے دفتر کی فائلوں اور کاغذوں کا جائزہ لیا لیکن برسر اقتدار لوگوں کی بدعنوانیوں سے متعلق کوائف دستیاب نہ ہوئے۔ آخر تھک کر روزا کے اصرار پر میں نے جوس کا بڑا گلاس اٹھا لیا۔ روزا نے کیک بھی منگوایا۔

"کیا ہم کسی وقت سیر کا پروگرام بنا سکتے ہیں جناب ناصر صاحب۔" روزا کی مترنم آواز میرے کانوں میں رس گھولنے لگی۔

"نہیں روزا فی الحال میں شیر علی کے قتل کی تحقیق کر رہا ہوں' سیر کا لطف پھر کسی وقت سہی۔" میں نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ناصر صاحب! وہ خودکشی کا کیس تھا' آپ نے کیوں بخواہ مخواہ خون سر پر سوار کر رکھا ہے؟" روزا کی آواز میں اس مرتبہ تشویش کا عنصر نمایاں تھا۔

"خون ہی تو ہوا ہے۔ انسان کا' صداقت کا' میرے ارمانوں کا' میرا بھائی میرے لیے سب کچھ تھا۔ جب تک اس کا قاتل آزاد ہے' مجھے چین نہیں آ سکتا۔" میں نے پرملال لہجے میں کہا۔

"وہم کا کوئی علاج نہیں آپ خواہ مخواہ دیواروں سے سر ٹکرا کر رہ جائیں گے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

''کسی نہ کسی دیوار پر تو خون کے دھبے مل ہی جائیں گے۔'' میں نے مفکرانہ لہجے میں کہا اور اٹھ کر باہر کی طرف چلنے لگا۔

...☆☆☆...

گلبرگ سے نکل کر میں باغ جناح کے پاس واقع سب سے بڑی لائبریری میں چلا آیا اور مختلف اخبارات اور سیاسی رسائل کا جائزہ لینے لگا۔ آخر میں نے کچھ خبروں کو انڈر لائن کر لیا پھر حاشیہ دیا۔

شیر علی کی موت سے کچھ دن قبل میرے بچپن کے دوست صحافی محمد علی کی دو رپورٹیں قابل توجہ تھیں۔ ایک میں شہر کی بڑی تعمیراتی کمپنی کی دھاندلیوں کو بے نقاب کیا گیا تھا' دوسری میں پولیس اسٹیشن سے سٹی ہال اور اسمبلی تک ان رشوت خوروں کو ہدف ملامت بنایا گیا تھا جو شہر میں جوئے اور منشیات کے اڈے چلانے والوں کو تحفظ فراہم کرتے تھے۔ پھر محمد علی نے انکشاف کیا تھا کہ پولیس کے کچھ افسر بھاری نذرانے کے عوض جرائم میں ملوث تھے اور پولیس کی ہونے والی کارروائیوں سے جرائم پیشہ افراد کو باخبر کر دیا کرتے تھے۔ جس سے وہ لوگ صاف بچ نکلتے تھے بلکہ کچھ لوگوں کی ضمانتیں قبل از گرفتاری بھی

منظور کروادی جاتی تھیں اور ان کی ضمانتیں بھی جائیداد کے جعلی کاغذوں پر منظور کی جاتی تھیں۔ پھر آخر میں محمد علی نے انکشاف کیا تھا کہ شیر علی اب بدعنوانیوں کی تحقیق کرتا ہوا حقائق بے نقاب کرنے ہی والا ہے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

''اور ان خبروں کے چند روز بعد شیر علی نے خودکشی کر لی' یہ بھلا کس طرح ممکن ہے۔'' میں بڑبڑا کر رہ گیا۔ ''ضرور بدعنوان لوگ شیر علی کے قتل میں ملوث ہیں۔ میں انہیں گھسیٹ کر سامنے لائوں گا۔'' میرا ہاتھ پھیل کر قوت سے سمٹنے لگا۔

شام ہو رہی تھی میں لائبریری سے نکل کے گاڑی میں سوار ہوا اور گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ مکینک میری گاڑی لائبریری کے باہر لے آیا تھا۔

میں کپڑے بدل کر لیٹنے کی تیاری کر رہا تھا کہ ملازم نے اطلاع دی کہ ایک نوجوان لڑکی آپ سے ملنے کے لیے بے تاب ہے وہ کوئی اہم خبر آپ کو سنانا چاہتی ہے۔ میں جلدی جلدی ننگے پائوں ڈرائنگ روم میں چلا آیا۔

لڑکی خوب صورت اور جاذب نظر تھی نیلے لباس' نیلے سینڈل اور نیلگوں لپ اسٹک اور ناخن پالش کے استعمال سے وہ کوئی نیلم پری ہی دکھائی دیتی تھی۔ ''ناصر صاحب! میرا نام نیلم ہے۔'' لڑکی نے تعارف کرایا اور اپنی بات ختم کر کے میرے سامنے صوفے میں اشارہ پا کر دھنس گئی۔

''فرمایئے آپ کس سلسلے میں تشریف لائی ہیں۔'' میں نے جلدی سے پوچھا۔

''ناصر صاحب! آپ سے اخبار کی خبروں کے ذریعے تعارف ہو چکا ہے' آپ اپنے بھائی کی موت کی تحقیقات کر رہے ہیں۔ ایک اخبار نویس کے ذریعے ہی آپ کی رہائش گاہ کا ایڈریس ملا۔'' وہ سانس لینے کے لیے رکی۔

''آگے فرمایئے۔'' میں نے دلچسپی برقرار رکھتے ہوئے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

''میں آپ کے بہنوئی جلال خان کے بارے میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔'' اس کی آواز میں نفرت سی امڈ آئی۔

''کہیے، میں ہمہ تن گوش ہوں۔'' میں نے اس کا بغور جائزہ لیا۔ وہ اب مٹھیاں دبا رہی تھی۔

''آپ کے بہنوئی غاصب ہیں، میرے والد نے ورثے میں میری والدہ اور میرے لیے رائیونڈ روڈ پر سیٹھ عابد کی اسکیم کے پاس ایک بڑا زرعی فارم ہائوس چھوڑا تھا، پچھلے دنوں میں اپنی والدہ کے ساتھ خالہ لبنیٰ کے ہاں کراچی گئی ہوئی تھی۔ آپ کے بہنوئی نے کسی اپنی واقف کار عورت کو جعلی کاغذات کے ساتھ کھڑا کر کے ہمارے زرعی فارم کو فرضی طور پر خرید لیا ہے۔ ان کے کارندے ہمیں فارم ہائوس پر داخل نہیں ہونے دے رہے۔ ہماری کوئی نہیں سن رہا۔ حالانکہ ہمارے پاس اس فارم کے کاغذات موجود ہیں، لیکن انہیں جعلی قرار دیا جا رہا ہے۔''

''آپ عدالت کا دروازہ کھٹ کھٹائیں۔ میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔''

''اس ملک کی عدالتیں تو برسر اقتدار لوگوں کا ہی ساتھ دیتی ہیں۔ ہمیں اس سلسلے میں دھمکایا جا رہا ہے کہ عدالت یا میڈیا سے دور رہیں ورنہ کسی بھی سنسان سڑک پر کسی حادثے کا پیش آ جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میری والدہ خوف زدہ ہو گئی ہیں۔ ایک ٹرک نے انہیں کچلنے کی کوشش بھی کی ہے لیکن قسمت اچھی تھی وہ بروقت بچ گئیں۔ ٹرک کا پہیہ کچھ انچ کے فاصلے سے گزر گیا ہو سکتا ہے، یہ دھمکی کا عملی نمونہ ہی ہو۔''

لڑکی نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

''پھر میں اس سلسلے میں کیا کروں؟'' میں نے سوچتے ہوئے استفسار کیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

''آپ حق کی جستجو کر رہے ہیں، آپ ہمارا ساتھ دیں اور میڈیا اور قانون سے ہمارے حق کے لیے بات کریں۔''

''ٹھیک ہے میں کاغذات دیکھنے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کر سکتا ہوں۔ آپ کا گھر کہاں ہے؟''

''اسی روڈ پر تین میل آگے جا کر آبادی سے تھوڑا الگ تھلگ جگہ پر ہے۔ دراصل ہمارے پاپا کو شور و غل اور شہر کی ہائو ہو سے نفرت تھی وہ پر سکون ماحول میں رہنا پسند کرتے تھے۔''

''ٹھیک ہے چلیے۔'' میں نے بیرونی دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ کچھ دیر بعد ہم رائیونڈ روڈ پر تین میل دور اس لڑکی کی رہائش گاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہ ایک پرانی کار میں سوار تھی اور میں اپنی نئی کرولا چلا رہا تھا۔

دونوں گاڑیاں گیٹ سے گزر کے ایک احاطے میں داخل ہو گئیں۔ پختہ روش کے دونوں جانب سرسبز و شاداب درختوں جھاڑیوں اور پھولدار پودوں کے تختے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ گیراج نما جگہ پر ہم گاڑیوں سے نیچے اترے۔ پھر میں اس کے ساتھ چلتا ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ اس کی والدہ ڈرائنگ روم میں ہی موجود تھیں۔ وہ خاصی کمزور اور نڈھال سی تھیں سر کے بال سفید تھے اور چال میں کچھ لنگڑاہٹ بھی تھی۔ وہ مضطرب اور پریشان دکھائی دیتی تھیں۔

''کیا ناصر صاحب آ گئے؟'' اس کی والدہ نے استفسار کیا۔

''ہاں اماں! یہ ناصر صاحب ہی ہیں۔''

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

"بیٹھو بیٹا بیٹھو۔" نیلم کی ماں نے صوفے کی طرف اشارہ کیا پھر ملازم کو آواز دے کر چائے لانے کا کہنے لگی۔

رسمی خیر خیریت کی گفتگو کے بعد نیلم کی والدہ نے بھی بہنوئی صاحب پر قبضے کا الزام عائد کیا اور پھر دوسرے کمرے میں جا کر الماری سے زرعی فارم کی رجسٹری اور کچھ دوسرے کاغذات لے آئی۔ میں نے کاغذات چیک کیے وہ درست معلوم ہوتے تھے۔ میں نے سر اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔ "اماں جی! میں بہنوئی صاحب اور متعلقہ افراد سے بات کرنے کے بعد دوبارہ آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔ میری پوری کوشش ہو گی میں آپ کو آپ کا حق دلا دوں۔"

"بہت بہت شکریہ بیٹا! تم ایک اچھے انسان اور سچے مسلمان ہو۔ تم اپنے بھائی کی موت کے بارے میں بھی فکر مند ہو' اللہ تعالیٰ تمہیں کامیاب و کامران کرے۔" بوڑھی اماں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے۔ انکار کے باوجود بوڑھی عورت مجھے گیراج تک چھوڑنے کے لیے ساتھ ساتھ چلی آئی۔ گیراج لوہے کی ترچھی چھت والا ایک کھلا مقام تھا۔ جسے چھوٹے چھوٹے پودوں سے گھیر دیا گیا تھا۔ عین اس لمحے ہم سب فائروں اور پھر کتوں کی خوفناک چیخوں سے لرز اٹھے۔ صدر دروازے کے پاس چوکیدار زخمی پڑا تھا اور تین نقاب پوش اپنے ریوالوروں سے نیلم کے حفاظتی کتوں کو موت کے گھاٹ اتار چکے تھے۔ خون ان کے جسموں سے ابل رہا تھا۔ وہ بدمعاش تیزی سے بھاگتے ہوئے ہمارے قریب آ گئے۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دو ورنہ بے موت مارے جاؤ گے۔" ایک لمبے قد والے غنڈے نے غراتے ہوئے کہا۔ ہم نے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔ پھر وہ لمبا غنڈہ بڑھیا سے مخاطب ہوا۔ "بوڑھی تمہیں جلال خان صاحب نے منع

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

کیا تھا کہ کسی قسم کا شور مچانے سے گریز کرنا اور تم نے اپنی لڑکی کو جلال صاحب کے سالے کے پیچھے لگا دیا۔ جاؤ اس کے ساتھ جا کر فارم کے کاغذات لے آؤ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری' ہمارا ایک ساتھی اندر گھس کر تمہاری ہونے والی گفتگو سن چکا ہے۔" غنڈے نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

دونوں غنڈے نیلم کی ماں کو گھسیٹ کر لے گئے اور پھر کاغذات سمیت واپس آئے' نیلم کی ماں بے ہوش سی ہو کر گر پڑی تھیں یہاں خون کے گھونٹ بھر کر رہ گیا۔ غنڈے کا پستول پوری طرح میری طرف تنا ہوا تھا۔ "کیا اس غنڈہ گردی کے بعد تم لوگ بچ سکو گے۔" میں نے پھنکارتے ہوئے بدمعاش سے کہا۔

"ہاں اس کے بعد ان ماں بیٹیوں کے پاس کیا ثبوت رہ جائے گا۔" بدمعاش غرا کر بولا۔

"میں جلال خان اور تمہاری غنڈہ گردی کے خلاف پولیس کو بیان دوں گا۔" میں نے پر اشتعال لہجے میں کہا۔

"اس کا بھی بندوبست کر لیا جائے گا' فی الحال آپ کے لیے بہنوئی صاحب کا یہ پیغام ہے کہ فالتو معاملات میں ٹانگ مت اڑائیں۔"

دراز قد غنڈے نے مجھے تنبیہ کرتے ہوئے کہا پھر غنڈوں نے ہم تینوں کے ہاتھ رسیوں سے جکڑ دیئے اور کاغذات لے کر بیرونی دروازے سے نکل کے زوردار آواز سے دروازے کو بند کرتے ہوئے غائب ہو گئے۔ جتنی دیر میں میں نے اور نیلم نے کھڑکی کے ایک ٹوٹے شیشے سے ہاتھوں کی رسیاں کاٹیں غنڈے بہت دور نکل گئے تھے' پولیس کو اطلاع کی لیکن کچھ پتا نہ چلا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

...☆☆☆...

میں غصے میں بھرا ہوا جلال محل میں جلال خان اور فوزیہ کے سامنے کھڑا تھا۔ ''غنڈہ گردی کی انتہا کر دی آپ کے غنڈوں نے' بہنوئی صاحب' میری آنکھوں کے سامنے بوڑھی عورت کے کاغذات چھین کے ہمیں رسیوں سے باندھ کے دھمکاتے ہوئے نکل گئے۔'' میں نے غصے سے سلگتے ہوئے کہا۔

''ڈیئر بھائی جان یہ ضرور تمہارے بہنوئی کے خلاف مخالفین کی کوئی سازش ہے' وہ فارم میرے سامنے خریدا گیا تھا۔'' فوزیہ نے مستحکم لہجے میں مکا ہتھیلی پر جمایا۔

''یہ مجھے بدنام کرنے کا اسٹنٹ ہے۔'' بہنوئی صاحب نے پر یقین لہجے میں کہا۔ ''اب ان کے کاغذات چھین لیے گئے ہیں' اب کاغذات کا تقابل کس طرح ہو سکتا ہے۔ وہ بضد ہوں گی کہ ان کے کاغذات اصلی ہیں حالانکہ جو کاغذات ہمارے پاس ہیں انہیں حکومتی مشینری چیک کر چکی ہے۔''

''آپ کی حکومتی مشینری بھی تو آپ کے اشاروں پر ناچتی ہے۔'' میں نے زہر خند کے ساتھ کہا اور باہر نکل آیا۔

میں گھر واپس آیا تو ملازم نے ایک نئی جیکٹ کا پیکٹ میرے حوالے کر دیا جو میرے ایک دوست نے میری فرمائش پر بھیجا تھا۔ یہ نئی جیکٹ میں نے خاص طور پر اپنے لیے بنوائی تھی۔ میں نے جیکٹ پہن کر اس کا جائزہ لیا وہ خوب صورت جاذب نظر اور مضبوط تھی۔ میں ایسی ہی جیکٹ پہننے کا عادی تھا۔ میں کھانا کھانے کے بعد

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

سونے کے لیے بیڈ روم میں چلا گیا۔ لیکن مجھے نیند نہ آ سکی۔ میں بے چینی کے عالم میں اٹھ کر شیر علی کے اسٹڈی روم کی طرف چلنے لگا۔ میں ایک بار پھر کسی خفیہ دستاویز کو تلاش کرنا چاہتا تھا۔ جیسے ہی میں موڑ مڑ کر اسٹڈی روم کے سامنے پہنچا۔ اسٹڈی روم کی کھڑکی سے میں نے اندر اندھیرے میں روشنی مختلف مقامات پر گردش کرتی دیکھی۔ میں نے جیکٹ کی جیب سے منگوایا جانے والا حفاظتی ریوالور نکال لیا اور آگے بڑھا۔

اسٹڈی کے دروازے کو دھکیلا دروازہ کھلا تھا۔ میں پستول تانے ہوئے اچانک اندر داخل ہو گیا۔ میں نے پستول سے منسلک ٹارچ روشن کر لی۔ روشنی کا دائرہ شیر علی کی رائٹنگ ٹیبل پر موجود ایک سیاہ وجود پر پڑا اسے دیکھتے ہی میں چونک اٹھا۔

''میرے دوست ناصر گولی مت چلانا۔'' محمد علی نے ڈرتے ہوئے کہا۔

''تم... تم اس جگہ چوروں کی طرح کیوں؟'' میں نے سوال کیا۔

''ناصر... ناصر ہم خفیہ دستاویز تک پہنچ گئے۔''

محمد علی نے میز سے بھاری ڈکشنری کو اٹھاتے ہوئے کہا۔ پھر اسے کھول کر اس نے دو جڑے ہوئے صفحوں کی طرف اشارہ کیا۔

''ناصر! میرے دوست اور تمہارے بھائی شیر علی نے مرنے سے کچھ دیر قبل مجھے فون کیا تھا کہ میں بدعنوانیوں کا ثبوت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ یہ کاغذات اس نے ایک خوب صورت لڑکی کے ذریعے اس شہر کے ایک بدنام ہوٹل کے منیجر کے کمرے سے غائب کروا کے حاصل کیے ہیں۔ ان کاغذات

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے ساتھ اس نے نوٹ لکھ کر رکھ دیا تھا۔ جسے میں نے ابھی ابھی پڑھا ہے اور بد عنوانیوں اور شیر علی کے قاتل کو بھی پہچان چکا ہوں۔"

محمد علی کے منہ سے الفاظ گولی جیسی رفتار سے نکلے لیکن اس وقت کمرہ گولی کی آواز سے گونج اٹھا۔ میں نے چونک کر کھڑکی کی طرف دیکھا جو باغ کی سمت کھلتی تھی۔ گولی اس طرف سے آئی تھی۔ محمد علی دل کے مقام پر ہاتھ رکھے کرسی سے نیچے گر گیا۔ اس کا سینہ خون کے آنسو رونے لگا۔ میں نے پستول کا رخ کھڑکی کی طرف کیا اور آگے بڑھ کر ٹارچ کی روشنی باہر پھینک کر جائزہ لینے لگا اس وقت کھڑکی کے باہر سمٹے قاتل نے ہاتھ بڑھا کر میرا ریوالور چھین لیا پھر وہ اچھل کر اندر آ کودا اور میں اسے دیکھ کر حیرت سے اچھل پڑا۔ وہ انسپکٹر کامران تھا۔

"اوہ تو وہ قاتل تم ہو جس نے شیر علی کو موت کے گھاٹ اتار کے خودکشی کا ڈرامہ ظاہر کیا۔ اس طرح تم نے میرے پیچھے پیچھے جا کر نادیہ کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا کہ وہ کہیں مجھے سچ کے راستے پر نہ ڈال دے۔" میں نے درشت لہجے میں گھورتے ہوئے کہا۔

"ہاں ناصر صاحب اور اب آپ کو بھی موت کے گھاٹ اتار کے میں اپنا پرائیویٹ ریوالور بریٹا 93 تمہارے دوست کے ہاتھ میں تھما دوں گا۔ جس ریوالور سے محمد علی کو گولی ماری ہے وہ تمہارے ہاتھ میں تھما دوں گا۔ اس طرح تم دونوں ایک دوسرے کے قاتل کے طور پر مردہ شناخت کیے جائو گے۔" انسپکٹر کامران نے میرا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

ٹارچ والا ریوالور جیب میں ٹھونس کر ایک چھوٹا سا سرخ رنگ کا پستول نکال لیا۔ جس کی نال کے اوپر چھوٹا سا ناگ بنا ہوا تھا۔

"میں خواہ مخواہ اپنے بہنوئی اور بہن پر شک کرتا رہا اور قاتل آستین کا سانپ نکلا۔" میں کسی سانپ کی مانند ہی پھنکارا۔

"ہاں۔ میں ہی وہ بد عنوان پولیس افسر ہوں' جس کے اشاروں پر جرائم کے اڈے چلتے ہیں اور وہ اطلاع پا کر غائب ہو جاتے ہیں۔ تمہیں مار کر تمہارے بھائی کا حاصل کردہ ثبوت لے کر میں محفوظ ہو جائوں گا۔" انسپکٹر کامران نے خوفناک لہجے میں کہا۔

میں انجام کی پروا کیے بغیر تیزی سے انسپکٹر کامران کی طرف بڑھا' اس نے چونک کر سرخ پستول سے پے در پے دو فائر کیے' گولیاں میرے سینے پر لگیں لیکن میں مسکراتا ہوا اس کے سامنے پہنچ گیا۔ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔ میں اپنے دوست کی روانہ کی گئی نئی بلٹ پروف جیکٹ پہنے ہوئے تھا۔ جسے میں نے اتارا نہیں تھا۔ انسپکٹر کامران حیرت و خوف کے عالم میں مجھے اور پستول کو دیکھ رہا تھا۔

وہ اپنا ریوالور اٹھا کر دستہ میرے سر پر مارنا چاہتا تھا کہ میرے آہنی مکے نے اس کا سر چکرا دیا۔ میں نے اس کی کنپٹی پر زور سے گھونسا مارا تھا۔ میں کسی زمانے میں باکسنگ بھی کرتا رہا تھا۔ وہ میرے مکے کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں نے ڈکشنری سے جڑے ہوئے صفحوں سے خفیہ دستاویزی کاغذات نکالے۔ یہ ان رقوم کی تفصلات تھیں اور ساتھ ہی انسپکٹر کامران کی جرائم پیشہ گروہ کے سرغنہ کو فراہم کردہ تفصیلات تھیں۔ ان کاغذات میں جرائم کے اڈوں اور رقومات کی تفصیلات بھی درج تھیں۔

کچھ دیر بعد میرا بہنوئی، فوزیہ اور پولیس کے آفیسر، صحافی کمرے میں موجود تھے۔ دستاویزات پر سب کی نظریں جمی ہوئی تھیں۔ سب نے مجھے پر تحسین نگاہوں سے دیکھا۔ فوزیہ نے میری نئی بلٹ پروف جیکٹ پر ہاتھ پھیر کر دیکھا لیکن میں بہن اور بہنوئی سے شرمندہ اور خجل ہو کر کھڑکی سے باہر اندھیرے میں دیکھنے لگا۔ اگلے روز یہ بھی ثابت ہو گیا کہ میرے بہنوئی نے اصلی کاغذات خرید کر زرعی فارم لیا تھا۔ دونوں ماں بیٹیاں مخالف سیاسی پارٹی کے اشارے پر ڈرامہ کر رہی تھیں۔